شعریات

اقبال کی رومانی شاعری

کوکب شادانی

شاعر مشرق علامہ اقبال بلا شبہ عصر حاضر میں عالم اسلام کے ممتاز مفکر تھے ۔ انھوں نے اپنے فلسفیانہ افکار کے ذریعہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام نوع انسانی کو انسان کا صحیح مقام سمجھانے کی امکانی کوشش کی ہے ۔ انھوں نے اسرار خودی اور رموز بیخودی کے ذریعے خودی کے غلاف در غلاف چہروں سے حجابات اٹھا کر نہ صرف تعینات کے پردے اٹھائے بلکہ واشگاف الفاظ میں خود شناسی کو حقیقتہ خدا شناسی کا ذریعہ بنا دیا ۔ انھوں نے اپنی عدیم النظیر شاعری کے ذریعہ اسلامیان ہند کی روح کو بیدار کر کے جینے کی جو تڑپ اور آزادی کی جو بے مثال لگن پیدا کی وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ۔ وہ صرف اقبال ہی تھے جنھیں متحدہ ہندوستان میں جد و جہد آزادی کے مسلم زعما کی سربراہی کا فخر حاصل ہوا اور وہ بھی اقبال اور صرف اقبال ہی تھے جنھوں نے اسلامیان ہند کی متفقہ قرار داد پاکستان کی منظوری سے دس سال قبل الہ آباد میں ایک فاضلانہ ، پرمغز اور مدلل خطبے کے ذریعہ غیر منقسم ہندوستان میں ایک اسلامی مملکت کی تشکیل کے لیے صحیح سمت کی نشاندہی کی تھی ۔ شاعر ملت حکیم الامت اور عہد حاضر میں پوری ملت اسلامیہ کے مصلح اعظم علامہ اقبال کی ان بے نظیر اسلامی خدمات سے کیسے انکار ہو سکتا ہے ؟ ۔

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے اقبال کی ولادت سیالکوٹ میں کشمیری مسلمانوں کے مذہبی گھرانے اور ان کی ابتدائی تربیت ٹھیٹھ اسلامی ماحول میں ہوئی تھی مگر وہ قدرت کی طرف سے ایک نرم و نازک اور شاعر کا حساس دل لے کر کتم عدم سے عالم وجود میں آئے تھے ۔ یہ بھی ہمیں

معلوم ہے کہ شمس العلما مولانا میر حسن جیسے خوش ذوق استاد نے اردو اور فارسی میں ان کے ذوق ادب کو نکھارا تھا اور وہ کمسنی ہی میں سیالکوٹ کے چھوٹے چھوٹے مشاعروں میں شرکت کرنے لگے تھے جہاں تک ان کی شاعری کا تعلق ہے اس کی صلاحیت ان میں خدا داد تھی اور یہ مشہور کہاوت کہ ملکہ شاعری خدا داد ہوتا ہے اور اکتساب کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا اقبال کی شاعری پر حرف بحرف درست صادق آتی ہے۔ چنانچہ انھوں نے لاہور پہنچ کر ہر جگہ خواہ وہ بیرسٹر امین الدین کی کشادہ حویلی ہو حکیم شہاب الدین کا چھوٹا سا مکان ہو یا انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس اپنی اسی خدا داد شاعری کے جوہر دکھائے سر عبدالقادر اور سر ذوالفقار علی خان نے لاہور کے ان مشاعروں اور ان میں اقبال کے لحن داودی کے ساتھ غزلیں سنانے کا ذکر اپنے اپنے انداز خاص میں کیا ہے۔ سر عبدالقادر نے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسوں میں اقبال کی درد انگیز نظموں کا ذکر بھی بڑے موثر انداز میں کیا ہے اور اقبال کی ایک بڑے مشاعرے میں پڑھی جانے والی پہلی نظم " ہمالہ " کا " بانگ درا " کے دیباچے میں ذکر کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ اس میں فلسفیانہ اور انگریزی خیالات تھے۔ یہ اقبال کے فلسفے اور انگریزی ادب میں گہری دلچسپی اور ان کے وسیع مطالعہ کے علاوہ پروفیسر آرنالڈ جیسے فلسفی اور اہل زبان کی شاگردی اور محبت کا اثر تھا۔ ۱۹۰۵ء سے قبل بھی " ہمالہ " کے علاوہ ان کی نظموں مثلاً " گل رنگین " ، انسان اور بزم قدرت ، کنار راوی " وغیرہ ہیں اور ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک حقیقت حسن "محبت" "اختر صبح" " کلی" ، "چاند اور تارے" "جلوہ حسن" اور ایک شام میں ، بلکہ اس کے بعد بھی " رات اور "شاعر" "بزم انجم" "شبنم اور ستارے" "پھولوں کی شہزادی" اور "شکسپیئر" "جیسی نظموں میں بقول سرعبدالقادر انہی انگریزی خیالات کی تابانی نظر آتی ہے۔ انھوں نے خود اپنی نظموں "پیام صبح" اور "عشق اور موت" کو بالترتیب لانگ فیلو اور ٹینیسن کے شاندار افکار سے ماخوذ بتایا ہے بلکہ بچوں کے لیے اپنی لکھی ہوئی نظموں کے شروع ہی میں کہیں نام بتا کہ اور کہیں بے نام بتائے

اقبال کی رومانی شاعری

تحریری اعتراف کیا ہے کہ وہ نظمیں انگریزی شعراء کی نظموں سے ماخوذ ہیں مگر با ایں ہمہ وہ مغربی شاعری کی بہ نسبت مشرقی شاعری خصوصاً فارسی شاعری سے زیادہ متاثر نظر آتے ہیں کیونکہ " بانگ درا " میں ان کی ایسی متعدد نظمیں شامل ہیں جن میں فارسی کے مشہور اور مسلم الثبوت شعراء مثلاً انیس شاملو ، ابوطالب کلیم ، حافظ ، سعدی اور عرفی وغیرہ کے اشعار تضمین کئے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انگریز شعراء میں بھی ان کی نظر دنیا کے سب سے بڑے شاعر فطرت ورڈز ورتھ کی مناظر فطرت کی تصویر کشی تک محدود تھی اور اسی ورڈز ورتھ کی ایک حد درجہ موثر اور فکر انگیز نظم سالیٹری (Solitary Reaper) جس میں ایک مرغزار کی بے مثل منظر کشی کے علاوہ اس جنت نظیر مرغزار میں گھاس سمیٹتی ہوئی تنہا مصیبت زدہ دیہاتی دوشیزہ کے ملکوتی حسن کو جس کی قلمی تصویر بھی اس عظیم شاعر فطرت ورڈز ورتھ نے اپنے انداز میں پیش کی ہے شاعر مشرق اقبال نے نظر انداز کر دیا یا اس کی نگاہوں میں اس کی کوئی حقیقت یا وقعت نہ تھی یا یہ کہ وہ پیام مشرق میں صرف گوئٹے ، نطشے اور ہیگل و برگساں کے جدید فلسفیانہ نظریات کی تردید اور ان کے جوابات رقم کرنے میں مصروف رہا ۔ کیا ہمیں یقین ہے کہ اقبال مغربی شعراء میں صرف ملٹن اور شکسپیر کے فلک پرواز خیالات ہی سے متاثر ہوئے یا اپنی شاعری میں بائرن شیلے اور کیٹس کی ولولہ انگیز و قیامت خیز شاعری کو عمداً نظر انداز کر گئے ؟ یا ان کی قابل رشک شاعری میں ان موخرالذکر مغربی شاعر ان حسن و شباب کے والہانہ جذبات کا کہیں اثر یا نشان نہیں ملتا ؟ کیا ہم اقبال سے " تدنم گلے زخیابان جنت کشمیر " ہی سننے" پر اکتفا کریں ؟ اور انھوں نے اپنی جس کیف آور فارسی نظم میں کشمیر جنت نظیر کی بے نظیر منظر کشی کے ساتھ ساتھ دخترے برہمنے کے حسن دلکش و دل آویز کا جو علی الاعلان ذکر کیا ہے اس سے یکسر چشم پوشی اختیار کر لیں ؟ یا ہم ان کی پاک نگاہی بے داغ جوانی اور فلسفیانہ شاعری کے پیش نظر یا کچھ کوتاہ بینوں کے طعن و تشنیع سے بچنے کے لیے اقبال کی رومانی شاعری کا ذکر زبان پر

لانا حرام سمجھیں ؟ کیا اپنے دور میں مشرق کا وہ سب سے بڑا شاعر جو عہد حاضر میں سر سید و حالی کی طرح مسلم معاشرے کو پستیوں کی انتہا میں پڑا دیکھ کر اس کی اصلاح کی مساعی کے ساتھ ساتھ فرشتوں کے بقول اللہ تک سے برہم ہو کر آداب عبودیت سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنی جرات آموز تاب سخن کے سہارے بڑی بے باکی کے ساتھ زبان شکایت کھول بیٹھا کیا وہ اقبال حسن مجازی اور شباب کی ہنگامہ خیزی سے متعلق اپنے جذبات و واردات قلبی پر پردہ ڈال سکتا تھا ؟ جبکہ شرف الدین ملقب بہ مصلح الدین متخلص بہ سعدی جیسا پاک باز و خدا رسیدہ شخص بھی یہ کہہ گیا ہو کہ " در جوانی ہرچہ افتد توانی "

کیا یہ کہنا درست ہو گا کہ اقبال کہ عشقیہ و رومانی شاعری صرف عشق سخن سے عبارت یا محض رسمی و روایتی شاعری ہے ؟ ۔ کیا "میں بھی حاضر تھا وہاں ضبط سخن کر نہ سکا حق سے" "جب حضرت ملا کو ملا حکم بہشت کہنے والا خود بھی ایک "ملا" ہی تھا ؟

انیس غالب اور اقبال میرے محبوب ترین شاعر ہیں ۔ انیس کے مراثی کے علاوہ ان کی غزلیں بھی خاصے کی چیز ہیں غالب فلسفی شاعر ہونے کے باوصف غزل گوئی کے لحاظ سے اردو و فارسی دونوں میں صف اول کا شاعر ہے ۔ اقبال نے خود کو غزل خواں سمجھنے پر اعتراض کیا ہے مگر غزل گوئی سے انھیں کبھی عار نہیں رہا ۔ میں ان کی غزلوں کے علاوہ ان کے ان جملہ اشعار کو بھی جن میں واردات حسن و عشق اور کیفیات شباب کا بیان ملتا ہے ان کی رومانی شاعری کہتا ہوں ۔ ویسے میری نظر سے ایک آدھ مضمون ایسا بھی گزرا ہے جس میں صاحب مضمون نے اقبال کی شاعرانہ عظمت اور کمال فن شاعری پر گفتگو کی ہے مگر اس قابل قدر مضمون کی تان بھی اسی پر ٹوٹتی ہے کہ وہ اول و آخر فلسفی اور اسلامی شاعر تھے ۔ مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے کیونکہ میں اقبال کے اردو فارسی دونوں کلام کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان کی دوسری انسانی خوبیوں کے ساتھ ساتھ قدرت کے کمال صناعی یعنی حسن مجازی سے

اقبال کی رومانی شاعری

بھی ان کے بدرجہ کمال متاثر ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن مجھے سخت حیرت ہے کہ اقبال کی اردو و فارسی شاعری میں ان کی شاعرانہ عظمت کے مداحوں نے جن میں "Poet of the east" کے مصنف عبداللہ انور بیگ اور "Iqbal - His art and thought" کے مصنف ایس ۔ اے ۔ واحد بھی جو اقبالیات پر عبور رکھنے میں عالمی شہرت رکھتے ہیں شامل ہیں اس بدیہی حقیقت کو قطعاً نظر انداز کر دیا کہ اقبال کی رومانی شاعری بھی کسی پہلو سے انگلستان کے رومانی شعراء سلون برن ، بلیک مور ، اسٹیون سن ، والٹرپیٹر ، آسکر وائلڈ ، ٹینیسن ، تھامسن یا شیلے اور کیٹس اور جرمنی کے ویبور کیریا ، اٹلی کے اسٹیفن جارج ، فرانس کے بودیلیر ، ملارمے ورلین ، ویلری ، ریمبو یا روس کے الیگزنڈر برگ کی شاعری سے ان شعراء کے اثر و نفوذ کے باوصف کمتر نہیں ہے کیونکہ ان گرامی قدر مصنفین کو بھی شاعر مشرق اقبال کی آفاقی شاعری کو آداب و تہذیب مشرق تک محدود رکھنا اور خود انھیں مشرق کا عظیم ترین شاعر ثابت کرنا تھا ۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں اقبال کی زندگی شروع سے آخر تک کمال نظم و ضبط کی حامل رہی ہے اسی طرح ان کی رومانی شاعری بھی اسی وقار و متانت ، اسی ٹھہراو اور اسی کمال نظم و ضبط کی مظہر ہے ۔ دوسرے رومانی شاعروں کی طرح ان کے ہاں نہ روایتی فریاد و فغاں ہے نہ گریہ نیم شبی ہے نہ آہ سحری ۔ وہ عشق کی لذت آمیز ہلاکت آفرینی اور حسن کی قاتل لطافتوں کے قائل نہیں مگر پہاڑوں کی جنون خیزی اور حسن فطرت کی قیامت انگیزی کے علاوہ حسن مجازی کی نگاہ ناز کا کشتہ مستقل رہنے کے باوجود نہ دوسرے غزل گو شاعروں کی طرح وہ اپنے عشق کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں نہ حسن کی عریاں صورتگری کرتے ہیں نہ اس سلسلے میں انھیں اپنی کوتاہی فن یاد آتی ہے ۔ وہ تو غالب کی طرح یہ بھی نہیں کہتے کہ بتاؤ اس مژہ کو دیکھ کر کہ دل کو قرار یہ نیش ہو رگ جاں میں فرو تو کیونکر ہو مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ان کا عشق محض افلاطونی عشق یا ان کی محبت کوئی ماورائی چیز ہے ۔ تاہم محاکاتی شاعری کی طرح ان کی وہ رومانی شاعری بھی جسے شاعری کی اصطلاح میں عموماً معاملہ بندی کہا جاتا

ہے خامے کی چیز ضرور ہے ۔ انھیں عام شاعروں کی طرح چاک گریباں اور دامن دریدہ رہنے سے نفرت تھی ۔ وہ عشق کے حوالے سے کبھی خود سر بازار آئے نہ اپنے محبوب کو لب بام لائے ۔ تاہم انھوں نے اپنی غزلوں میں جہاں بھی کیفیات حسن و عشق کا ذکر چھیڑا ہے حساس دلوں پر بلا مبالغہ بجلیاں گرائی ہیں ۔

اب میں اقبال کی رومانی شاعری سے وہ چند چیدہ چیدہ اشعار پیش کرتا ہوں جن سے ظاہر ہو گا کہ ان کی یہ شاعری بھی دوسری شاعری کی طرح اسی انفرادیت کی حامل ہے جس کی بناء پر وہ دنیا کے بڑے شاعروں کی صف اول میں متمکن نظر آتے ہیں اور ان سے آپ کو یہ بھی اندازہ ہو گا کہ میں انھیں فلسفی اور قومی و ملی شاعر کہنے کے ساتھ ساتھ ایک ممتاز و منفرد رومانی شاعر کہنے میں کہاں تک حق بجانب ہوں ۔ پہلے یہ اشعار ملاحظہ کیجیے :

نوشناسائے خراش عقدہ مشکل نہیں
اے گل رنگیں ترے پہلو میں شاید دل نہیں
اس چمن میں میں سراپا سوز و ساز آرزو
اور تیری زندگانی بے گداز آرزو

ان اشعار میں آپ نے تناسائے خراش عقدہ مشکل کی اچھوتی تراکیب اور لفظ دل کے علاوہ دوسری حقیقت آفریں تراکیب سوز و ساز آرزو اور گداز آرزو ملاحظہ فرمائیں ۔ اب یہ اشعار دیکھیے اور اقبال کے ایک منفرد شعر کا مطلب دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل ، لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے کی روشنی میں ان پر غور فرمائیے :

اے درد عشق ہے گہر آبدار تو
نامحرموں میں دیکھ نہ ہو آشکار تو
پنہاں درون سینہ کہیں راز ہو ترا
اشک جگر گداز نہ غماز ہو ترا

اقبال کی رومانی شاعری

غافل ہے تجھ سے حیرت علم آفریدہ دیکھ
جویا نہیں تری نگہ نارسیدہ دیکھ
ہر دل مئے خیال کی مستی سے چور ہے
کچھ اور آجکل کے کلیموں کا طور ہے

اس مجازی شعر میں تشبیہ ملاحظہ فرمائیے :

اٹھی اول اول گھٹا کالی کالی
کوئی حور چوٹی کو کھولے کھڑی تھی

خوشحال خان خٹک کے درج ذیل اشعار میں اقبال کے اس شعر کے [illegible] ایک پہلو کی جھلک پائی جاتی ہے جن میں اس نے اپنی محبوبہ کی زلفوں کی گھٹا اور اس کے رخسار کی تابش دیکھ کر اپنے سینے میں دل کی بےتابی کا ذکر کیا ہے ۔

صنم [illegible] [illegible]
شعلہ [illegible] غنډ لے غازہ
ماتی بہ پیغلیں پیں رخسار دے
[illegible] گے میں زکانا قرار دے

درج ذیل شعر اقبال کا مشہور ترین شعر ہے جس میں انھوں نے شوقِ دیدار حسنِ حقیقی کا اظہار کیا ہے :

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز
میں

اقبالیات

اقبال کی طرح ایک اور غزل گو شاعر سہا (علیگ) نے بھی شوق دیدار حسن حقیقی کے حوالے سے اسی تڑپ کا اظہار کیا ہے مگر سہا کا وہ شعر اقبال کے مندرجہ بالا شعر کے مقابلے میں محشر لکھنوی مرحوم کے اس شعر کا مصداق ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ بگڑے ہوئے بھی تیغ حقیقت کے زخم زخم ، ہنس ہنس کے منہ چڑاتے ہیں زخم مجاز کا

سہا (علیگ) کا شعر ملاحظہ ہو :

یہ بجا کہ خلوت دل تو ہے ہزار طرح جلوہ گر
مگر آ کے سامنے بیٹھ جا کہ نظر کو خوئے مجاز ہے

اقبال اور سہا کے ایک ہی مضمون کے ان اشعار میں بقول محشر لکھنوی مرحوم جو فرق ہے اس کا کچھ اندازہ زیر نظر سطور کے خوانندگان گرامی خود بھی لگا سکتے ہیں ۔ (اس کے علاوہ یہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ اقبال نے اپنے زیر گفتگو شعر کا جواب جواب شکوہ کی طرح اپنی زبان سے خود ہی دے دیا ۔ فرماتے ہیں :

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدہ دل وا کرے کوئی

اب اقبال کا یہ شعر دیکھئے اور اردو غزل گوئی کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال تلاش کرنے کی تمامتر کوشش فرمایئے ۔ ہائے کیا کہا ہے :

میرے مٹنے کا تماشا دیکھنے کی چیز تھی
کیا بتاؤں ان کا میرا سامنا کیونکر ہوا

کمال بلاغت کے علاوہ اقبال کا یہ شعر محبوب کی نگاہ اولین اور عاشق پر اس کے اثرات کی اچھوتی تصویر ہے ۔

اقبال کی رومانی شاعری

اب اقبال کا یہ شعر ملاحظہ فرمایئے لیکن خدارا آپ بھی فلسفہ تصوف کے محققین کی طرح ہمہ اوست یا ہمہ ازوست کے دقیق مسائل میں الجھ کر نہ رہ جائیں ۔

کھولی ہیں ذوق دید نے آنکھیں تیری اگر
ہر رہگزر میں نقش کف پائے یار دیکھ

اور اس شعر میں عشق کی نکارگی کا اندازہ کیجئے :

چھپتی نہیں ہے یہ نگہ شوق ہم نشیں !
پھر اور کس طرح انھیں دیکھا کیا کرے کوئی

افسر میرٹھی نے بھی قریباً اسی قبیل کا یہ شعر کہا ہے

مصلحت کا ہے تقاضا احتیاط
دل یہ کہتا ہے کہ دیکھا کیجئے

لیکن اقبال کے مندرجہ بالا شعر اور افسر میرٹھی کے اس شعر میں فرق کا اندازہ لگانے کے لیے نفسیات محبت کے بھرپور مطالعہ کی ضرورت ہے ۔

دنیائے غزل میں اقبال کا یہ نرالا شعر بھی ملاحظہ فرمائے کہ اردو غزل کے شعرائے متقدمین و متاخرین تو کیا اردو غزل گوئی کی آئندہ تاریخ میں بھی اس شعر کی قدرت کا مماثل شعر شاید نہ مل سکے فرماتے ہیں :

کھل جائیں جو مزے ہیں تمنائے شوق میں
دو چار دن جو میری تمنا کرے کوئی

اقبال کا یہ شعر ان کی عشقیہ شاعری کا جسے میں ان کی رومانی شاعری کہتا ہوں کا نمائندہ شعر ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس شعر کا تعلق عشق مجازی سے ہے جس کا ثبوت خود اس کا مصرع ثانی ہے ۔ ویسے اقبال کے ہر شعر میں مجرد فلسفہ، فلسفہ تصوف یا فلسفہ الٰہیات تلاش کرنے والے چاہیں تو اس شعر کے مصرع اول میں ترکیب " تمنائے شوق " کے حوالے سے اس کے ڈانڈے غالب کے اس شعر سے جا ملائیں جس میں وہ کہتا ہے :

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

یا اس ترکیب میں لفظ شوق کی گہرائی میں جا کر اس کی بلندی کے حوالے سے مولانا حسرت موہانی کا وہ شعر پیش کریں جس میں وہ فرماتے ہیں کہ مری نارسی کا حسرت جو سبب ہے کچھ تو یہ ہے مرے حوصلوں کی پستی مرے شوق کی بلندی یا اس کے دوسرے رخ یعنی پستی کے حوالے سے پروفیسر عبداللطیف تپش کا وہ شعر پیش کریں جس میں وہ کہتے ہیں کہ

دیر و حرم تو منزل جاناں نہ تھے مگر
واماندگی شوق نے منزل بنا دیا

یا زیادہ سے زیادہ اقبال کے اس شعر کے مصرع ثانی کے حوالے سے وہ رئیس المتغزلین جگر مرادآبادی کا وہ شعر پیش کر سکتے ہیں جس میں جگر نے کہا ہے کہ

ہائے وہ حسن کا انداز کہ جس وقت جگر
عشق کے بھیس میں ہوتا ہے نمایاں کوئی

لیکن واضح ہو کہ جگر کا یہ شعر ان کے مشاہدے پر مبنی ہے بلکہ مثنوی ہفت پیکر، سوہنی مہینوال، سسی پنو وغیرہ جیسی کہانیوں کی مختصر خیالی روداد پر مشتمل یا زیادہ سے زیادہ مثنوی میر حسن "سحرالبیان" کے ایک شعر کی صدائے بازگشت ہے۔ مثنوی سحرالبیان کا وہ شعر یہ ہے:

وہ دھر بین کاندھے پہ ایسی چلی
کہ جیسے کوئی لائے گنگا چلی

جبکہ اقبال کے مندرجہ بالا شعر کا مصرع اول ان کے اس ولولہ انگیز شوق کی عکاسی ہے جس کی کوئی دام محبت کا اسیر تمنا ہی کر سکتا ہے۔ رہا اقبال کے اس شعر کا مصرع ثانی تو وہ بقول غالب چھیڑ خوباں سے چلی جائے کا مصداق ہے

اقصائے عالم میں ماضی کی چند مشہور استثنائی کی شخصیات کے علاوہ مرتے مرتے حسن مجازی کا گھائل رہنا صرف شاعرانہ ڈھونگ ہے۔ اس کا اعتراف صرف اقبال جیسا صداقت پرور شاعر ہی کر سکتا تھا۔ ملاحظہ ہو ان کا یہ شعر:

جوانی ہے تو ذوق دید بھی، لطف تمنا بھی
ہمارے گھر کی آبادی قیام میہماں تک ہے

اس شعر کے دوسرے مصرع میں مثال بھی شعر گوئی میں اقبال کی انفرادیت کا ثبوت ہے۔

اب یہ شعر دیکھئے جس کے پامال مضمون کو ایک حسرت آمیز موثر انداز میں اس خوبصورت سادگی و معنویت سے ساتھ شعر کا جامہ پہنانا صرف اقبال ہی کا کام تھا:

اقبالیات

مینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مینوں میں

وہ رسمی شاعری کرنے والے شاعروں سے کہتے ہیں :

لطف کلام کیا جو نہ ہو دل میں درد عشق
بسمل نہیں ہے تو تو تڑپنا بھی چھوڑ دے

اور

محبت کے لیے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

عشق جاوداں کے بارے میں اقبال کہتے ہیں کہ وہ عاشق کے علاوہ محبوب کو بھی حیات جاوداں بخشتا ہے :

عشق کچھ محبوب کے مرنے سے مر جاتا نہیں
روح میں غم بن کے رہتا ہے مگر جاتا نہیں
ہے بقائے عشق سے پیدا بقا محبوب کی
زندگانی ہے عدم نا آشنا محبوب کی

ایک مشہور ترین اردو شاعر نے جسے تاریخ ادب اردو میں اردو کا سعدی کہا گیا ہے اپنے محبوب کی گلشن میں آمد اور اس کے حسن معصوم و بے مثال کے سامنے کلیوں کا ناز و انداز دیکھ کر یوں کہا تھا کہ ان کلیوں کے :

شبنم نے منہ پہ دیکھا گل نے طمانچے مارے

لیکن یہ دیکھئے کہ اقبال اپنی محبوبہ کی گلشن میں آمد کے نتیجے میں کیا کہتے ہیں :

وہ مست ناز جو گلشن میں آ نکلتی ہے
کلی کلی کی زباں سے دعا نکلتی ہے

ذرا سوچ کر بتایئے کہ اقبال سے پہلے یا ان کے بعد آج تک اردو میں کسی غزل گو شاعر نے اس مضمون کو اس لطافت کے ساتھ باندھا ہے ؟

غالب نے کہا تھا :

ساقی بہ جلوہ دشمن ایمان و آگہی
مطرب بہ نغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے

اقبال اس سے آگے جا کر ارم کی تصوراتی منظر کشی یوں کرتے ہیں :

کیا سناؤں تمہیں ارم کیا ہے
خاتم آرزوئے دیدہ و گوش
شاخ طوبیٰ پہ نغمہ ریز طیور
بے حجابانہ حور جلوہ فروش
ساقیان جمیل جام بدست
پینے والوں میں شور نوشا نوش

بقول مولانا حالی حیوان ظریف غالب نے جنت کے متعلق از راہ مزاح کہا تھا کہ :

اقبالیات

جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں
ایسی جنت کا کیا کرے کوئی

یا قنوطیت کا شکار ہو کر بحالت حسرت و یاس جنت کے بارے میں کہا تھا کہ :

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

لیکن اقبال جو فلسفہ الٰہیات کے علاوہ علوم قرآنی پر بھی عبور رکھتے تھے اپنی رومانی شاعری میں عروس القرآن سورہ رحمٰن سے صرف نظر کیسے کر سکتے تھے جس میں اللہ تعالٰی نے جنت کی ایسی منظر کشی کی ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا شاعر و ادیب ورطہ حیرت ہی میں غرق ہو سکتا ہے ۔ اس کے مقابلے میں لب کشائی کی جرات نہیں کر سکتا نہ جنگ کر سکتا ہے جبکہ قرآن میں فاتوابسورہ من مثلہ کا چیلنج آج بھی علی حالہ موجود ہے ۔ اس سلسلے میں اقبال کے مندرجہ بالا اشعار کو بھی وجدآفریں کہا جاسکتا ہے لیکن ان رومانی اشعار میں بھی تہذیب سخن اور آداب کلام کو بدرجہ اتم ملحوظ رکھا گیا ہے ۔

میر کے شعر

جوئے شیریں کہاں کہاں فرہاد
عشق نے زور آزمائی کی

پر توجہ کیجئے اور اقبال کا یہ شعر سنیے

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

میر کے رنگ اور سادہ انداز میں اقبال کا یہ شعر ملاحظہ ہو :

دل کی بستی عجیب بستی ہے
لوٹنے والے کو ترستی ہے

فرمایئے سہل ممتنع اور کسے کہتے ہیں ؟ غالب کی طرح اقبال بھی اردو میں بے شمار نادر فارسی تراکیب کے موجد ہیں مگر اردو میں سہل ممتنع کی مثالیں پیش کرنا غالب کی طرح اقبال ہی کا کام تھا

شکوہ کے پہلے بند کی یہ بیت کہ

جرات آموز مری تاب سخن ہے مجھ کو
شکوہ اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھ کو

آپ نے بار ہا پڑھی اور سنی ہو گی ۔ اب نفسیات محبت میں اقبال کا یہ شعر بھی ملاحظہ کیجئے :

تاب اظہار عشق نے لے لی
گفتگو کو زباں ترستی ہے

شعر بقول اقبال وہ ہے جو قلب کو گرما دے اور روح کو تڑپا دے اور بقول شیلے جسے سن کر دل میں سرور پیدا ہو اقبال کا درج ذیل شعر بھی شیلے کے اسی لا جواب قول پر مبنی بلکہ اپنی جگہ اس پر اضافہ ہے ۔ ملاحظہ ہو :

عشق بھی اک شراب ہے اے دل
ہوشیاری اسی کی مستی ہے

اقبال کی رومانی شاعری

میر و اقبال دونوں نے عشق کی سرفروشی جانبازی کی تلمیحات اپنے اپنے رنگ میں نظم کی ہیں مگر اقبال کی تلمیح کا کیا مقام ہے اس کا اندازہ آپ خود فرما سکتے ہیں ۔ فرہاد کی شہرت و عظمت کے سلسلے میں میر کا فیصلہ آپ نے سنا اس پر غالب کا طنزیہ اضافہ بھی سنتے چلیے :

عشق و مزدوری عشرت گہ خسرو کیا، خوب!
ہم کو منظور نکو نامی فرہاد نہیں

غالب جیسا شوخ گفتار شاعر بھی اس تلمیح کے بارے میں خواہ اس کے زمانے میں پیش کی جاتی لب کشائی کی جرات نہیں کر سکتا تھا حال آں کہ اس نے حسن کے متعلق رقابت کے بارے میں خالق حسن پر بھی رقابت کا شک کرنے سے گریز نہیں کیا ملاحظہ ہو :

وہ کافر تو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

میر کا وہ شعر جس میں انھوں نے کہا ہے : شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی ذوق سخن رکھنے والے قارئین کرام کو ضرور یاد ہو گا اور کیوں یاد نہ ہو گا کہ. وہ میر کے بہتر نشتروں میں بھی امتیازی حیثیت کا حامل ہے لیکن اس شعر میں میر کی امتیازی بے ساختگی اور ان کا مخصوص اسلوب اظہار نمایاں ہے یہ مضمون اردو غزلیات میں نہ میر سے پہلے کوئی نئی چیز تھی نہ اب ہے تاہم آمد بہار سے تاثر کا دوسرا رخ یعنی اس کا رجائی پہلو اقبال کے سوا کوئی دوسرا شاعر آج تک پیش نہ کر سکا ۔ یہ عشقیہ یا رومانی شاعری میں اقبال کی طرف سے در حقیقت ایک اضافہ ہے ۔ اقبال کا شعر ملاحظہ ہو:

پھر باد بہار آئی اقبال غزلخواں ہو
غنچہ ہے اگر، گل ہو گل ہے تو گلستاں ہو

اقبال کی رومانی شاعری

اب زرا حسن کا دانستہ اظہار سادگی و معصومیت اور اقبال کی زبان سے محبت کا اس پہ یہ طنز لطیف دیکھیے جسے اس بے ساختگی سے وہی بیان کر سکتے تھے :

جستجوئے قفس ہے میرے لیے ؟ خوب سمجھے شکار ہونے کو
کیا ادا تھی وہ جاں نثاری کی تھے وہ مجھ پہ نثار ہونے کو

اقبال کے ان اشعار کی تشریح کے لیے پوری ایک کتاب چاہیئے

اردو غزل کی تاریخ میں اقبال کی اس انوکھی معاملہ بندی پر بھی نظر ڈالتے چلیئے فرماتے ہیں :

وعدہ کرتے ہوئے نہ رک جاو
ہے مجھے اعتبار ہونے کو

اقبال کی زبان سے ان کی عشق بازی کی وجہ بھی سن لیجئے جو اردو میں حسن تعلیل کی اچھوتی مثال ہے :

ہم نے اقبال عشق بازی کی
پی یہ مے ہوشیار ہونے کو

بیان محبت کا ثبوت کیا ہے اسے سمجھانے کے لیے دفتر درکار ہیں مگر اقبال نے اسے ایک مصرع میں بیان کر کے گویا اختصار کو اعجاز بنا دیا ہے ۔ ملاحظہ ہو :

یک نگہ خندہ دزدیدہ یک تابندہ اشک،
بہر پیمان محبت نیست سوگندے دگر

ے) بلکہ زیب النساء کی بیان کردہ چار چیزوں میں " کتاب و رباب " کا اضافہ کر کے یہ بھی بتا دیا کہ اس کائنات بے ثبات میں کتاب کا کیا مقام ہے جس کی نشاندہی فاضل العلوم اقبال ہی کر سکتا تھا ۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں شہنشاہ عالمگیر کی بیٹی زیب النساء ایک باوقار شہزادی ہونے کے علاوہ اپنے وقت کی ممتاز شاعرہ بھی تھی اور پس پردہ رہ کر خاص شعرا سے ان کا کلام سنا کرتی تھی لیکن اس کے وقار متانت اور خودداری کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ اس نے اس دور کے معروف و ممتاز صاحب دیوان شاعر ناصر علی سرہندی سے اس کا یہ شعر سن کر کہ :

از ہم نمی شود ز حلاوت جدا لبم
شاید رسید برلب زیب النساء لبم

میرے ہونٹ آپس میں اس طرح ہے جیسا کہ اب جدا ہی نہیں ہوتے شاید ہونٹ زیب النساء کے (شیریں) لب تک جا پہنچے ہوں اس کا جواب یہ فی البدیہہ شعر کہہ کر کہ :

ناصر علی بنام علی بردہ ای پناہ
ورنہ بذوالفقار علی سر بریدہ ستہ

یعنی اے ناصر علی کے نام سے تجھے پناہ مل گئی اسے اپنی خوش قسمتی جان ورنہ میں ذوالفقار علی قسم ابھی تیرا سر کاٹ ڈالتی ۔ پھر اقبال جیسا بیباک صداقت پرور شاعر غزل سرائی میں اظہار جذبات سے کس طرح گریز کر سکتا تھا ؟ اس کے علاوہ اس نے زندگی میں مذکورہ لوازمات کو ناگزیر بتا کر اور اپنی مجبوری کا اظہار کر کے حافظ و خیام کی ہمنوائی کا حق ادا کر دیا ۔ آپ نے رومانی شاعری میں اقبال کا کمال فن ملاحظہ فرمایا ؟

حافظ شیرازی کا شعر ہے :

اقبال کی رومانی شاعری

گے) بلکہ زیب النساء کی بیان کردہ چار چیزوں میں " کتاب و رباب " کا اضافہ کر کے یہ بھی بتا دیا کہ اس کائنات بے ثبات میں کتاب کا کیا مقام ہے جس کی نشاندہی فاضل العلوم اقبال ہی کر سکتا تھا ۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں شہنشاہ عالمگیر کی بیٹی زیب النساء ایک باوقار شہزادی ہونے کے علاوہ اپنے وقت کی ممتاز شاعرہ بھی تھی اور پس پردہ رہ کر خاص شعرا سے ان کا کلام سنا کرتی تھی لیکن اس کے وقار متانت اور خودداری کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ اس نے اس دور کے معروف و ممتاز صاحب دیوان شاعر ناصر علی سرہندی سے اس کا یہ شعر سن کر کہ :

از ہم نمی شود ز حلاوت جدا لبم
شاید رسید برلب زیب النساء لبم

میرے ہونٹ آپس میں اس طرح ہے جیسا کہ اب جدا ہی نہیں ہوتے شاید ہونٹ زیب النساء کے (شیریں) لب تک جا پہنچے ہوں اس کا جواب یہ فی البدیہہ شعر کہہ کر کہ :

ناصر علی بنام علی بردہ ای پناہ
ورنہ بذوالفقار علی سر بریدہ ست

یعنی اے ناصر علی کے نام سے تجھے پناہ مل گئی اسے اپنی خوش قسمتی جان ورنہ میں ذوالفقار علی قسم ابھی تیرا سر کاٹ ڈالتی ۔ پھر اقبال جیسا بیباک صداقت پرور شاعر غزل سرائی میں اظہار جذبات سے کس طرح گریز کر سکتا تھا ؟ اس کے علاوہ اس نے زندگی میں مذکورہ لوازمات کو ناگزیر بتا کر اور اپنی مجبوری کا اظہار کر کے حافظ و خیام کی ہمنوائی کا حق ادا کر دیا ۔ آپ نے رومانی شاعری میں اقبال کا کمال فن ملاحظہ فرمایا ؟

حافظ شیرازی کا شعر ہے :

ساقیا برخیز و دردہ جام را
خاک بر سر کن غم ایام را

یعنی ساقی اٹھ، غم دوراں پر خاک ڈال اور شراب کا دور چلنے دے۔ اسی مضمون کو شاعر مشرق اپنے انداز خاص میں یوں کہتے ہیں:

ساقیا بر جگرم شعلہ نمناک انداز
دگر آشوب قیامت بکف خاک انداز

یہاں میرا مقصد غزل گوئی میں حافظ سے اقبال کا تقابل نہیں ہے بلکہ حافظ کے بعد قریباً اسی مضمون پر مشتمل اقبال نے اپنے مندرجہ بالا فارسی شعر میں شراب کے متعلق جو کیفیات سموئی ہیں اور اس کے نادر و نایاب استعارات "شعلہ نمناک" اور "آشوب قیامت" کی طرف آپ کو مبذول کرا کے غزل گوئی اور رومانی شاعری میں اقبال کا مقام سمجھنے کی درخوست کرنا ہے۔

یہاں مجھے ایک واقعہ جسے لطیفہ بھی کہہ سکتے ہیں اور جو خود مجھے ایک زمانے میں پیش آیا تھا یاد آیا۔ ہوا یوں تھا کہ جب تقسیم ہند سے قبل میں سینٹرل انڈیا میں ایک کالج کے شعبہ فارسی کے استاد کی حیثیت سے مقیم تھا تو اسی کالج کے ایک استاد اور میرے بے تکلف دوست ایک خضر صورت مولوی صاحب کو ایک روز میرے پاس لائے اور مجھ سے ان کا تعارف کراتے ہوئے بولے: یہ گرامی قدر بزرگ فارسی زبان و ادب پر عبور کامل رکھنے کے علاوہ دیوان حافظ کے شارح بھی ہیں۔ میں نے ان بزرگ کی چائے سے تواضع کے بعد ان سے عرض کیا: از راہ کرم اپنی کی ہوئی حافظ کے کسی شعر کی شرح سنا کر مجھے مستفید ہونے اور شکر گزاری کا موقع دیجئے۔ مجھ سے یہ سن کر ان بزرگ نے بڑے مشفقانہ انداز میں مجھے دیکھا پھر پہلے تو حافظ کا درج ذیل شعر سنایا:

شرح کی طرح مضحکہ خیز بنا دیا ہے (ملاحظہ ہوں میرے مضمون اقبال کے مترجمین و شارحین کی چند پہلی اقساط مطبوعہ ماہنامہ " سب رس " کراچی) اور یہی مشرق کے اس عظیم اور آفاقی شاعر پر سب سے بڑا ظلم ہے ۔

عرصہ ہوا میرے دیرینہ دوست جلیل قدوائی صاحب نے ماہنامہ نیرنگ خیال لاہور میں مولانا حالی کی غزل گوئی کے موضوع پر ایک بڑا پر مغز و وقیع مضمون لکھا تھا جس میں متعدد مثالوں سے یہ ثابت کیا تھا کہ مدو جذر اسلام کے گرامی مرتبت مصنف مولانا الطاف حسین حالی کا مرتبہ و مقام غزل گوئی میں بھی کسی اردو غزل گو شاعر سے کم نہیں ہے ۔ میں نے بھی ایک شاعر کی حیثیت سے (اپنا فرض منصبی سمجھ کر رہنمائے ملت , حکیم الامت علامہ اقبال کی شاعری کے اسی پہلو کو پیش کر کے ایک غزل گو رومانی شاعر کی حیثیت سے بھی ان کا مقام واضح کرنے کی حتی الامکان اور حسب استعداد کوشش کی ہے ۔ جہاں انھوں نے "پیام مشرق " میں اپنے قاری اور اس کے حوالے ... دع انسانی کے ہر فرد کو یہ تلقین فرمائی ہے کہ :

گر ترا خار گل تازہ رسے ساختہ اند
پاس ناموس چمن دار و خلیدن آموز
باغبان گر ز خیابان تو بر کند ترا
صفت سبزہ دگر بارہ دمیدن آموز

تو " بانگ درا " میں ان کا یہ شعر بھی موجود ہے کہ :

عجیب چیز ہے احساس زندگانی کا !
عقیدہ عشرت امروز ہے جوانی کا !!

دیکھئے آپ چونک پڑے ۔ خیر یہ شعر علامہ اقبال کی بزرگ شخصیت کے پیش نظر چونکا دینے والا تھا بھی ۔

اب آخر میں اقبال کے مندرجہ بالا شعر کا ہم معنی ایک ممتاز اور خوش ذوق و خوش مزاج فارسی شاعر کا یہ مصرع سنیے :

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست !

جی ہاں یہ مصرع ایشیا کے بہادر ترین سپاہی شہنشاہ بابر تیموری کا ہے جو اپنی تمامتر انسانی عظمتوں اور خوبیوں کے علاوہ ایک شاعر بھی تھا، اقبال کی طرح حد درجہ حساس صداقت پسند اور حق گو شاعر۔

دانش

رایزنی فرهنگی جمہوری اسلامی ایران اسلام‌آباد کا سہ ماہی فارسی اردو تحقیقی مجلہ

- ایران میں فارسی زبان و ادب کے جدید رجحانات ۔
- برصغیر پاکستان و ہند میں فارسی ادب اور ایران شناسی پر تحقیق کی رفتار۔
- ایران اور برصغیر میں فارسی ادبیات سے متعلق شائع ہونے والی کتب پر نقد ونظر ۔
- اور ایران و برصغیر کے ثقافتی اشتراکات کے بارے میں مقالات شائع کرتا ہے ۔

رایزنی فرہنگی جمہوری اسلامی ایران

مکان ۲۵ ، گلی ۲۷ ، ایف ۲/۶ ۔ اسلام‌آباد (پاکستان)